السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زید نے اپنی رفیقۂ حیات سے عزل کے بارے میں بات کی۔ اس نے زید سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ یہ مانع حمل اور ممنوع فعل ہے۔ زید کہنے لگا یہ جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرمان ہے کہ نزولِ قرآن کے دَور میں ہم عزل کیا کرتے تھے۔ زید کا خیال تھا کہ اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو آسمان سے اس کے متعلق کوئی نہ کوئی حکم ضرور نازل ہوتا۔ یہ سن کر اس کی اہلیہ کہنے لگی کہ نبی پاک ﷺ کا اِرشاد گرامی ہے کہ عزل خفیہ طور پر قتلِ اولاد ہے۔ ممکن ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فرمان آنحضرت ﷺ کی طرف سے ممانعت سے پہلے کے دور سے متعلق ہو لہٰذا جب تک تم واضح طور پر اس کو جائز اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی تنسیخ آپ ﷺ کے کسی دوسرے فرمان سے ثابت نہیںکروگے میں نہیں مانوں گی۔ کیوں کہ فرمانِ الٰہی ہے

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوٓاْ أَوْلَـٰدَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ... ١٤٠ ... سورة الأنعام

''گھاٹا پاگئے وہ لوگ جنھوں نے نادانستہ طور پر اپنی اولاد کو قتل کیا۔''

زید نے اپنی بیوی کو اس کی بیماری کی طرف متوجہ کرکے عزل کا جواز پیش کرتے ہوئے کہا ڈاکٹروں کے بقول بچے کی پیدائش تمہارے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر وہ کہتی ہے کہ میں اپنی جان کی خاطر دوسری جان کا حقِ زندگی تلف کرکے کیوں اُخروی ناکامی مول لے لوں تم چاہو تو عقد ثانی کرلو۔ زید جو صاحب عیال ہے اور کسی بھی صورت عقد ثانی کا خواہشمند نہیں۔ نہ ہی اسے صرف ایک خاص وجہ سے پسند کرتا ہے لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی غَيْرَ مُسَٰفِحِينَ کیوں کہ اس کے خیال میں باوجود کوشش کے انصاف کا دامن اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور عذابِ الٰہی کا مستوجب ٹھہرے گا۔

اندریں حالات شرعِ متین کی روشنی میں بتلایئے کہ زید اور اس کی زوجہ میں کس کا نظریہ درست اور راجح ہے تاکہ دارین کی زندگانی سے بھرپور انداز میں لطف اندوز بھی ہوسکیں۔ اور آخرت میں عتابِ الٰہی سے بالکل محفوظ رہیں۔

(امید ہے جواب عنایت فرما کر عنداللہ اجر پائیں گے۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرًا۔ (سائل قاراب۔ لاہور) (۴ نومبر ۱۹۹۴ء

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حضرت جابر اور ابوسعید رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی روایات واضح طور پر عزل (بوقتِ انزال علیحدگی) کے جواز پر دال ہیں۔ لیکن یہ جواز دو وجہ سے اولوِیّت کے منافی ہے۔

اوّلاً: جماعت عورت کا حق ہے۔ فعل ہذا کے ارتکاب سے لذتِ جماع میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ اس بناء پر اہل علم کا کہنا ہے کہ اس کا جواز عورت کی اجازت پر موقوف ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(لَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ لَا يُعْزَلُ عَنِ الزَّوْجَةِ الْحُرَّةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا لِأَنَّ الْجِمَاعَ مِنْ حَقِّهَا وَلَهَا الْمُطَالَبَةُ بِهِ وَلَيْسَ الْجِمَاعُ الْمَعْرُوفُ إِلَّا مَا لَا يَلْحَقُهُ عزل' (فتح الباری، ج: ۹، ص: ۳۰۸'

یعنی اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آزاد عورت سے عزل اس کی اجازت سے ہونا چاہیے کیونکہ جماع عورت کا حق ہے وہ اس کا مطالبہ کر سکتی ہے اور معروف جماع وہی ہے جس میں عزل نہ ہو۔ اس کے باوجود شوافع'' ''کا اس میں اختلاف موجود ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جماع میں عورت کا اصلاً کوئی حق نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے تکثیرِ نسل میں کمی واقع ہوتی ہے جو شریعت کا مطلوب ہے۔ البتہ امام ابن حزم نے جذامہ بنت وہب کی حدیث:

(أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ ذَلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ' (صحیح مسلم، بَابُ جَوَازِ الْغِيلَةِ، وَهِيَ وَطْءُ الْمُرْضِعِ، وَكَرَاهَةِ الْعَزْلِ، رقم ۱۴۴۲'

یعنی ''نبی ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً فرمایا یہ خفیہ زندہ درگور کرنا ہے۔'' کی بناء پر وطی کو واجب اور عزل کو حرام قرار دیا ہے، لیکن ان کا یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ ترمذی اور نسائی میں حدیث ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہماری کچھ لونڈیاں تھیں اور ہم ان سے عزل کرتے تھے۔ یہود نے کہا یہ تو چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے یعنی زندہ اولاد کے بالمقابل۔ پس آپ ﷺ سے دریافت ہوا تو فرمایا: یہود جھوٹے ہیں اگر اللہ مخلوق پیدا کرنی چاہے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے رفع تعارض کی صورت یہ اختیار کی ہے کہ جذامہ کی حدیث کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور بعض نے جذامہ کی حدیث کو ضعیف قرار دینے کی سعی کی ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ لَا رَيْبَ فِيهِ وَالْجَمْعُ مُمْكِنٌ'

''یعنی بلاشبہ حدیث صحیح ہے اور متعارض حدیثوں میں تطبیق وجمع ممکن ہے۔''

اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے مگر تاریخ معلوم نہ ہونے کی بناء پر اس پر نسخ کا حکم نہیں لگ سکتا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احتمال ہے کہ حدیث جذامہ آپﷺ نے اہل کتاب کی موافقت میں فرمائی ہو کیونکہ غیر مامور بہ امور میں آپ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ بعد میں اللہ نے اس کے حکم سے آگاہ فرمایا تو یہود کی تکذیب کردی۔ لیکن ابن رشد اور پھر ابن العربی نے اس کا تعاقب یوں فرمایا ہے کہ آپﷺ یہود کی پیروی میں کسی بات کو بالجزم بیان کریں اور پھر اسی امر میں ان کی تکذیب کی بھی تصریح کردیں یہ کیسے ہوسکتا ہے! بحث کے اختتام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

'وَجَمَعُوا أَيْضًا بَيْنَ تَكْذِيبِ الْيَهُودِ فِي قَوْلِهِمُ الْمَوْءُودَةُ الصُّغْرَى وَبَيْنَ إِثْبَاتِ كَوْنِهِ وَأْدًا خَفِيًّا فِي حَدِيثِ جُذَامَةَ بِأَنَّ قَوْلَهُمُ الْمَوْءُودَةُ الصُّغْرَى يَقْتَضِي أَنَّهُ وَأْدٌ ظَاهِرٌ لَكِنَّهُ صَغِيرٌ بِالنِّسْبَةِ إِلَى دَفْنِ الْمَوْلُودِ بَعْدَ وَضْعِهِ حَيًّا فَلَا يُعَارِضُ قَوْلُهُ إِنَّ الْعَزْلَ وَأْدٌ خَفِيٌّ فَإِنَّهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ فِي حُكْمِ الظَّاهِرِ أَصْلًا فَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ حُكْمٌ وَإِنَّمَا جَعَلَهُ وَأْدًا مِنْ جِهَةِ اشْتِرَاكِهِمَا فِي قَطْعِ الْوِلَادَةِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَوْلُهُ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَرَدَ عَلَى طَرِيقِ التَّشْبِيهِ لِأَنَّهُ قَطَعَ طَرِيقَ الْوِلَادَةِ قَبْلَ مَجِيئِهِ فَأَشْبَهَ قَتْلَ الْوَلَدِ بَعْدَ مَجِيئِهِ قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ الَّذِي كَذَبَتْ فِيهِ الْيَهُودُ زَعْمُهُمْ أَنَّ الْعَزْلَ لَا يُتَصَوَّرُ مَعَهُ الْحَمْلُ أَصْلًا وَجَعَلُوهُ بِمَنْزِلَةِ قَطْعِ النَّسْلِ بِالْوَأْدِ فَأَكْذَبَهُمْ وَأَخْبَرَ أَنَّهُ لَا يَمْنَعُ الْحَمْلَ إِذَا شَاءَ اللَّهُ خَلْقَهُ وَإِذَا لَمْ يُرِدْ خَلْقَهُ لَمْ يَكُنْ وَأْدًا حَقِيقَةً وَإِنَّمَا سَمَّاهُ وَأْدًا خَفِيًّا فِي حَدِيثِ جُذَامَةَ لِأَنَّ الرَّجُلَ إِنَّمَا يَعْزِلُ هَرَبًا مِنَ الْحَمْلِ فَأَجْرَى قَصْدَهُ لِذَلِكَ مَجْرَى الْوَأْدِ لَكِنَّ الْفَرْقَ بَيْنَهُمَا أَنَّ الْوَأْدَ ظَاهِرٌ بِالْمُبَاشَرَةِ اجْتَمَعَ فِيهِ الْقَصْدُ وَالْفِعْلُ وَالْعَزْلُ يَتَعَلَّقُ بِالْقَصْدِ صِرْفًا فَلِذَلِكَ وَصَفَهُ بِكَوْنِهِ خَفِيًّا۔' (فتح الباری، ج:۹، ص:۳۰۹)

عبارت ہذا کا مفہوم یہ ہے:

تعارض: اس مقام پر دو احادیث کے درمیان ظاہری تعارض کا حل پیش کیا گیا ہے۔ پہلی وہ حدیث جس میں رسول اللہﷺ نے یہود کی تکذیب فرمائی ہے۔ یہود کا کہنا تھا کہ عزل موؤدۃ صغریٰ (یعنی وأد صغیر چھوٹا زندہ درگور کرنا) ہے تو آپ نے انھیں جھوٹا قرار دیا۔ دوسری حدیث وہ جس میں آپ نے فرمایا کہ عزل وأد خفی ہے۔ یعنی ایک حدیث میں عزل کو وأدِ صغیر کہنے کی نفی ہے اور دوسری حدیث میں عزل کو وأدِ خفی کہنے کا اثبات ہے۔

رفع تعارض۔ تو علماء نے ان دونوں احادیث کے درمیان تطبیق یہ دی کہ یہود کی تکذیب اس لیے کی کہ ان کی بات کی رُو سے یہ حقیقی اور ظاہری وأد ہے مگر مولود کو زندہ دفن کرنے کی نسبت ذرا کم ہے۔ تیجتاً اس وعید کے تحت آتا ہے کہ ﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَت﴾ اور جو نبیﷺ نے یہ فرمایا ہے: 'اِنَّ الْعَزْلَ وَأْدٌ خَفِيٌّ' (فتح الباری، ج:۹، ص:۳۰۹)

یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ یہ عزل ظاہری (یعنی حقیقی) وأد ہے ہی نہیں کہ اس پر کوئی حکم یا وعید مترتب ہو مگر چونکہ مولود کو زندہ دفن کرنا اور عزل کرنا دونوں کا نتیجہ قطع الولادۃ ہے۔ لہٰذا اس اشتراک کی وجہ سے اسے وأد قرار دیا۔ جب کہ حقیقی وأد نہیں ہے تبھی تو اسے وأد خفی فرمایا۔ چنانچہ دونوں احادیث باہم متعارض نہ رہیں۔

دیگر تطبیق: بعض نے کہا ہے کہ عزل پر وأد کا اطلاق باہمی مشابہت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ کیونکہ عزل میں مولود کے پیدا ہونے سے پہلے ولادت کے ذریعے کو قطع کیا گیا ہے لہٰذا یہ مولود کے پیدا ہوجانے کے بعد اسے قتل کردینے کے مشابہ ہوا۔ لہٰذا علی وجہ التشبیہ عزل کو وأد قرار دیا علی وجہ الحقیقۃ نہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی توجیہ:

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ آپﷺ نے یہودیوں کو اس لیے جھوٹا قرار دیا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ عزل کی صورت میں حمل قرار نہیں پاسکتا یعنی عزل حمل سے مانع ہے اور ان کے نزدیک یہ قطع نسل کے سلسلے میں ویسے ہی ہے جیسے زندہ دفن کرنا لہٰذا آپ نے انھیں جھوٹا قرار دیا۔ اور خبر دی کہ عزل حمل سے مانع نہیں بلکہ اللہ چاہے تو اسے پیدا کردے اور اگر اللہ اسے پیدا کرنے کا ارادہ ہی نہ کرے تو وہ وأد خفی نہ رہا اور آپﷺ نے جذامہ کی روایت میں اسے وأدِ خفی کا نام اس لیے دیا کیونکہ عزل کرنے والا اس لیے عزل کرتا ہے تاکہ حمل نہ قرار پائے یعنی وہ حمل سے فرار حاصل کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس کے ارادہ اور قصد کو وأد کے قائم مقام قرار دیا لیکن دونوں میں فرق واضح ہے اور وہ یہ کہ حقیقی وأد وہ ہوتا ہے کہ جس میں انسان کا ارادہ بھی شامل ہو اور براہِ راست وأد کے فعل کا بھی ارتکاب کرلے جب کہ عزل کا تعلق خالص ارادہ اور قصد سے ہوتا ہے اس وجہ سے اسے وأد خفی کہا ہے۔

شیخنا علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''آداب الزفاف فی السنۃ المطھرۃ (ص:۵۵، طبع ۳) میں مذکور تطبیق کو خوب پسند فرمایا ہے۔ اس سے سائل کے بھی جملہ اشکالات کا ازالہ بطریقِ احسن ہوجاتا ہے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرامین کا تعلق جملہ عہد نبوت سے ہے۔ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ اصولِ حدیث میں مدوّن نسخ کی صورتوں میں (نص میں نسخ کی تصریح۔ تاریخ کا علم۔ جمع ناممکن ہو صحابی کی وضاحت وغیرہ) میں سے کوئی صورت بھی اس پر منطبق نہیں ہوتی۔ بالخصوص جب کہ فرمانِ نبوی 'اِعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ' (صحیح مسلم، بَابُ حُكْمِ الْعَزْلِ، رقم:۱۴۳۹، سنن أبي داود، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَزْلِ، رقم:۲۱۷۳) ''اگر چاہو تو عزل کرلو۔'' میں اذن مأثور ہے۔ لہٰذا جمع و تطبیع ہی اصل ہے۔ کما تقدم

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

جلد:3، متفرقات: صفحہ:618

محدث فتویٰ